محمد رضا مشتاق کشمیری

(۳)

ڈاکٹر شمس الدین احمدؔ
صدر شعبۂ فارسی کشمیر یونیورسٹی

مشتاق کے شاگرد

مشتاق کشمیری کے ہمعصر تذکرہ نویس اور شاعر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے جہاں لطف اللہ بیگ صہبا اور محمد اشرف یکتا کو مشتاق کے شاگردوں میں شمار کیا ہے وہاں اُن شاعروں کے بارے میں، جو ان شاگردوں کے ہمزمان تھے، اپنی تصنیف میں یوں لکھا ہے :-

"محمد اشرف یکتا، لطف اللہ بیگ صہبا و امثال ایشاں کہ ہمہ تربیت یافتگانِ ملا ساطع و محمد رضای مشتاق اند ذکر ہمہ جدا جدا موجبِ تطویل است ... ..." [1]

پس ظاہر ہو جاتا ہے کہ یکتا اور صہبا کی طرح اور بھی کئی شعرا نے محمد رضا مشتاق سے تربیت پائی تھی۔ تاریخ حسن کے مؤلف نے محمد اشرف یکتا اور لطف اللہ بیگ صہبا کے ہمزمان شاعروں میں سے میر محمد معروف، ملا محمد توفیق، ملا عبد الغفور نامی، شاہ رضا چشم، ملا میرک فانی، شرف الدین خان فرحت اور خواجہ امان اللہ کا نام لیا ہے۔[2] ظاہر ہے کہ ان میں سے کئی شاعر، مشتاق کے شاگرد رہے ہوں گے۔ شرف الدین خان فرحت نے مشتاق کا شاگرد ہونے کی طرف اس طرح سے اشارہ کیا ہے

طبعِ فرحت کی اسیرِ دام ساطع میشود　　　این کبوتر ہی نفس مشتاقِ بام دیگر است

ان شاعروں کے بارے میں کوئی مفصل ذکر موجود نہیں۔ چند ایک بارے میں جو ذکر تاریخ حسن اور واقعات کشمیر میں آیا ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] واقعات کشمیر ص ۲۶۵
[2] تاریخ حسن جلد ۴ ص ۳۵-۳۶

میر محمد معروف

معروف، قاضی محمد محسن اندرواری[1] کا بیٹا تھا۔ خطاطی اور انشا میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور ہنر و فن سے بھی آگاہ تھا۔ میاں محمد امین ڈار[2] کے مریدوں میں سے تھا۔ کشمیر کے مشائخ سے متعلق ایک رسالہ لکھا جس میں اپنے کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ معروف ایک خوش طبع شاعر اور پسندیدہ اطوار رکھتا تھا۔ خواجہ اعظم دیدہ مری کے بقول معروف کے اشعار قدیم اسلوب میں ہیں[3] اور تاریخ حسن کے مولف کا کہنا ہے کہ معروف ایک برجستہ شاعر تھا[4]۔ معروف کا نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

چرخ از جگرم ربودہ داغی — افروخت بزم خود چراغی
از دولت داغ عشق کیفیت — خاکستر من بطرح باغی
معروف و درین بہار توبہ؟ — دیوانہ بہرزہ کردہ لاغی[5]

شرف الدین خان فرحت

شرف الدین خان ابن محمد خان ابن ملا کاظم جلالی، جودت طبع، اور شعر و انشا کے فن میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھا۔ شیر جنگ خان بہادر[6] کے عہد حکومت میں صدارت

[1] قاضی محمد محسن اندرواری کشمیر کے نامور فاضل اور فقیہہ قاضی ابراہیم کے فرزند تھے اور اس طرح سے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں سالہا سال سے علم و ادب کی روایت چلی آ رہی تھی۔ قاضی محسن اپنے زمانے اور ہمعصر فضلا میں علم معقول و منقول میں ممتاز تھے اور اپنا بیشتر وقت درس و تدریس میں صرف کرتے تھے۔ موزون طبیعت پائی تھی اور پختہ فکر رکھتے تھے۔

[2] حضرت میاں محمد امین ڈار تجارت پیشہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تجارت اور دنیوی مال و متاع سے دستبردار ہو کر فقیری و درویشی اختیار کی اور سکوت و خلوت میں زندگی گزارنے لگے۔ اپنے زمانے کے نامور عارفوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند جب کشمیر میں تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے مستفید ہو کر مسرت کا اظہار کیا۔ ۱۱ رمضان ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔ اسم ذات کے علامات سے متعلق قطرات نامی کتاب اور صنوبریہ نام کا رسالہ آپ کی تصانیف میں سے ہے۔ ملاحظہ ہو: واقعات کشمیر ص ۱۷۸

[3] واقعات کشمیر ص ۲۹۰

[4] تاریخ حسن ج ۴ ص ۴۲

[5] واقعات کشمیر میں داغی لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو واقعات کشمیر ص ۲۹۰

[6] شیر جنگ خان بہادر کا اصلی نام جان نثار خان تھا۔ ۱۱۵۸ھ میں کشمیر میں نائب گورنر مقرر ہو کر آیا اور آتے ہی بڑی چالاکی و مکر و فریب سے ابوالبرکات خان گورنر کو گرفتار کر کے اُسے محمد شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ باغیوں کو کشمیر سے نکال دیا اور مفسدوں کو قید میں ڈال کر امور مملکت کو سدھارنے میں سرگرم عمل رہا۔ چھ ماہ کی حکومت کے بعد دہلی دربار میں واپس بلا لیا گیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۱۷۔

Scanned with OKEN Scanner

کے منصب پر فائز تھا۔ بالآخر اس منصب کو ترک کر کے خلوت و تنہائی میں بسر کی۔ اور سرینگر میں واقع بہاؤالدین گنج بخشؒ کے مزار میں دفن ہوا۔ فرحتؔ ہندوستانی اسلوب میں شعر کہتا تھا اور اُس کے اشعار میں سلفت استدلال اور ایہام بہت نمایاں ہے ذیل میں نمونۂ کلام کے طور پر اُس کے دو شعر ملاحظہ ہوں [۶]

دل چو بیجا شد پریشان گردد اوراق حواس — رابطہ در دفتر نماند چون شود سر فرہنگم
عشق کمی از چارہ و تدبیر ندارد — درمان تب شیر طباشیر ندارد

مشتاق کے شاگردوں میں سے ملا محمد اشرف یکتاؔ اور ملا محمد توفیقؔ معروف ترین ہیں۔ توفیق تو ملک الشعرا کا رتبہ تک پا چکا۔ مناسب ہے کہ مشتاق کے ان دو مشہور شاگردوں کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

محمد اشرف یکتا

نگارستان سخن کے مؤلف نے یکتا کے بارے میں لکھا ہے:۔

"یکتا ــــ محمد اشرف شاعر غزالبود و در سخن سرائی یکتا ... ..." [۱]

تاریخ حسن کا مؤلف لکھتا ہے:۔

"محمد اشرف یکتا۔ کم گوی و برجستہ گوی بود و دیوان اشعارش معروف" [۲]

صاحب واقعات کشمیر نے لکھا ہے:

"محمد اشرف یکتا۔ کم گوی و برجستہ گوی بود" [۳]

تذکرۂ روز روشن کا مؤلف لکھتا ہے:

"یکتا، محمد اشرف، از نکتہ سنجان کشمیر جنت نظیر بود و تا آخر عہد محمد شاہ بادشاہ دہلی مراحل عمر طی مینمود ..." [۴]

تذکرہ نتائج الافکار کے مؤلف کا کہنا ہے

"محمد اشرف یکتا۔ پسندیدہ فصحا کہ اصلش از کشمیر است مرد خوشفکر بود و طبع موزون داشت در عہد محمد شاہ بادشاہ بخوبی میگذرانید ......" [۵]

صاحب تذکرہ مخزن الغرائب نے لکھا ہے:

---

[۱] نگارستان سخن ص ۱۵۰ — [۲] تاریخ حسن ج ۴ ص ۳۶
[۳] واقعات کشمیر ص ۲۶۵ — [۴] روز روشن ص ۱۲۷
[۵] نتائج الافکار ص ۷۹۲

"محمد اشرف یکتا۔ وی از خطۂ کشمیر دلپذیر است۔ اگر شعر خوب از طبعش سرودہ، تا عہد محمد شاہ پادشاہ زندہ بود ...   ..." [1]

تذکرہ صحف ابراہیم کے مؤلف کا بیان ہے:

"محمد اشرف یکتا، از مردم کشمیر است۔ او اخر عہد جنت آرامگاہ محمد شاہ در کشمیر بخوشحالی میگذرانید و مردم آنجا بدرستی سلیقہ نظم او را مسلم میدانستند ..." [2]

ان بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ یکتا اپنے زمانے میں کافی مقبول شاعر رہا ہے اور تاریخ حسن کے مؤلف کے بقول اُس کا دیوان شعر معروف ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ یکتا کا دیوان دستیاب نہیں، اُس کے اشعار سے، جو مختلف تذکروں میں پائے جاتے ہیں، معلوم ہو جاتا ہے کہ مضمون آفرینی، نازک خیالی اور بیان کی سادگی کے شعری خصائص میں اپنے اُستاد سے بہت متاثر ہوا تھا۔ تذکروں میں یکتا کے جو اشعار موجود ہیں اُن میں سے بیشتر اشعار سے فکر کی پختگی مترشح ہوتی ہے اور بقول یکتا ؎

در میان این ہمہ ارباب شعر شعر اگر کم گفت یکتا کم نگفت

اگرچہ یکتا نے ایسے شعر بھی کہے ہیں جو مذاق سلیم پر گراں گذرتے ہیں لیکن مجموعی طور پر یکتا کا کلام خیال بندی، سلاست بیان، سادگی اور شگفتگیٔ ادا کے لحاظ سے قابل ملاحظہ ہے۔ ذیل کے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج کیے جاتے ہیں ؎

شہر آشوب ہمین نرگس فتّانِ تو نیست فتنہ ای نیست کہ زیر سر مژگان تو نیست

کی ترک سجدۂ تربت دلربا کنم کاری کہ کافری نکند من چرا کنم

سخت دشوار است دل از مجلست برداشتن ساقی از رنگینی بزم تو پایم در حناست

بود شب شوری ندانم نالۂ دل بودہ است یا صدای بال مرغ نیم بسمل بودہ است

ہرگز بکس نگاہ مکن آشنا مشو ای چشم من بمردم بیگانہ وا مشو

بسکہ از بیداد زلفت چشم من ترسیدہ است خیزد از موج نگہ زنجیر سان شیون مرا

بسختی ہر کہ میسازد ندارد بیم افسردن ز آب تیغ ایمن آتش سنگ فسان باشد

خرابم از جفا اندیشہ ظالم مدعا شوخی ستم پرور وفا بیگانہ بیداد آشنا شوخی

---

[1] مخزن الغرائب ج ۵ ص ۵۱۶ [2] صحف ابراہیم ج ۴ صحیفہ ی شمارہ شاعر ۵۲۔

دارو ازلبش طلب مہر بخش خوشحالم
میروم چراغ منور راہ و بخود میبالم

یکتا نے جہاں اپنے اُستاد سے فنِ شعر میں استفادہ حاصل کیا وہاں حسنِ خط میں بھی اُنہی سے تربیت پائی تھی اور شاید اپنے اُستاد کی پیروی میں خطاطی کو اپنا پیشہ بنالیا تھا۔ کہتا ہے سہ

حسنِ تحریر اگر ہست ترا
نان و ہر در ہمہ جا دوست ترا[1]

یکتا کی تاریخ وفات واقعاتِ کشمیر میں یوں درج ہے "یکتا بگلزار رفت ہائے[2]" جس سے ۱۱۵۱ھ نکلتا ہے۔ تذکرہ روزِ روشن اور نتائج الافکار کے مؤلفین نے "اوسط مائۃ ثانی عشر" میں یکتا کے وفات پانے کا ذکر کیا ہے۔ گویا یکتا کی صحیح تاریخ وفات یہی ۱۱۵۱ھ ہے یعنی اپنے اُستاد کے آٹھ سال بعد۔[3]

ملا محمد توفیق۔ مشتاق کے صاحبِ کمال شاگردوں میں ملا محمد توفیق ایک ایسے ستارے کی حیثیت رکھتا ہے جو کشمیر کے فارسی ادب کے آسمان کو دیر تک اپنے نور سے منور کرتا رہا۔ توفیق کا نام لال جو[4] اور لقب ملا محمد توفیق تھا۔ جدو[5] نامی قبیلے سے تھا جو جامع مسجد سرینگر کے قرب وجوار میں سکونت پذیر تھا۔ توفیق کا سال ولادت معلوم نہیں۔ تاریخ حسن کے مؤلف پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی نے اس کا سال وفات اس جملے سے نکالا ہے۔

"آبرو بودہ بہ گلزار سخن[6]"

اور اس سے ۱۱۹۶ھ نکلتا ہے۔ اگر تذکرہ روز روشن[7]، تذکرہ نتائج الافکار[8] اور تذکرہ شمع انجمن[9] کے مؤلفین کے بیانات کو صحیح مان لیا جائے کہ توفیق نے ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی تو پھر توفیق کا ۱۱۰۷ھ میں پیدا ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ توفیق نے پہلے ملا ساطع کشمیری[10] سے شعر میں اصلاح پائی اور بعد میں تاریخ حسن کے مؤلف کے بقول، "با ستعداد خداداد از محمد رضای مشتاق استفادہ نمود ملک الشعرای وقت شد"[11]۔

---

[1] تاریخ حسن ج ۴ ص ۳۶ [2] واقعات کشمیر ص ۲۶۵
[3] تذکرہ روز روشن ص ۱۲۷ ؛ نتائج الافکار ص ۷۹۲
[4] خزانۂ عامرہ ص ۱۱۴ [5] ایک معروف قبیلہ ہے جس کے مسلمان اور ہندو افراد اب بھی کشمیر میں موجود ہیں [6] تاریخ حسن ج ۴ ص ۲۷۴ [7] روز روشن ص ۱۲۷ [8] نتائج الافکار ص ۷۹۲ [9] شمع انجمن ص ۹۹ [10] ملا ساطع کشمیری سے متعلق مشتاق کے ہمعصر شعراء کا باب اسی رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں [11] تاریخ حسن [illegible] ؛

(١١٦٠-١١٨٦ھ)

سلسلۂ شاہانِ درانی کے بانی احمد شاہ درانی[1] نے جب سال ۱۱۶۶ھ میں کشمیر پر قبضہ کیا تو اُس نے ۱۱۶۷ھ میں راجہ سکھ جیون مل[2] نامی اپنے ایک درباری امیر کو کشمیر کا حاکم بنا کر بھیجا۔

[1] محمد زمان خان کا بیٹا احمد شاہ ابدالی سدوزئی قوم سے تھا۔ پرانے زمانے سے یہ ... قوم ملتان میں رہتی تھی۔ احمد شاہ ابدالی کا دادا عبداللہ ۱۱۲۹ ہجری میں ملتان سے ہرات میں جا بسا اور وہاں اپنی شہامت و شجاعت کا مظاہرہ کرنے کے نتیجے میں ابدالی قوم کا رئیس بن گیا اور کئی جنگوں میں اس نے ہرات کے حاکموں کو شکست دی۔ جب ایران کے بادشاہ نادر شاہ (۱۱۴۸-۱۱۶۰ ہجری) نے خراسان پر قبضہ کیا۔ (۱۱۴۰ ہجری) اور ہرات پہنچا (۱۱۴۱ ہجری) تو عبداللہ کا پوتا احمد شاہ اُس کا منظورِ نظر بن گیا اور اُسے فوج میں مناسب عہدہ دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد اُسے درانی کا خطاب بھی عطا کیا اور ہرات و قندھار کا حاکم بنا دیا۔ قندھار کا حاکم ہونے کے بعد احمد شاہ نے غزنی، کابل اور پشاور مسخر کیا (۱۱۶۰ ہجری)۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کی دوسری جگہوں پر قابض ہونے کی غرض سے روانہ ہوا اور لاہور، دہلی اور پنجاب پر قابض ہوا۔ ۲۵ سال تک حکومت کرنے کے بعد احمد شاہ درانی نے ۱۱۸۶ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۴۶ تا ۱۵۱؛ تاریخ جہانگشائی نادری۔ درۂ نادرہ

[2] کھتری قوم کا (جو ہندوؤں کی ایک قوم ہے) سکھ جیون مل کابل میں پیدا ہوا۔ پنجاب میں خوشاب کے علاقے میں بھیرہ نامی گاؤں میں اس کا خاندان سکونت پذیر تھا۔ احمد شاہ ابدالی کے عہدِ حکومت میں کشمیر کا گورنر مقرر ہو کر آیا (۱۱۶۷ھ) اپنی حکومت کے ابتدائی ایام میں کشمیر کے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آیا۔ بعد میں اپنے صدرِ اعظم مہانند جو پنڈت جو اُس کا مشیر اور مدار المہام تھا کے اُکسانے پر اُس نے کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم روا رکھا اور بڑی بے دردی سے اُن کا قتل کرتا رہا۔ اس ظلم و جور سے جب احمد شاہ ابدالی کو مطلع کیا گیا تو اُس نے سکھ جیون کو معزول کیا اور نور الدین خان کو کشمیر کا حاکم بنا کر بھیجا۔ جب نور الدین خان کشمیر پہنچا تو اُس نے سکھ جیون مل کے ایما پر سرکش فوج کی ایک جماعت اپنے مقابلے میں پائی۔ نور الدین خان نے غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کر کے سکھ جیون کو شکست دے کر اُسے گرفتار کیا۔ اُس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی اور اسی حالت میں اُسے احمد شاہ کے دربار میں بھیج دیا (۱۱۷۵ ہجری)۔ احمد شاہ درانی نے اُسے ہاتھیوں کے پیروں تلے روندوا دیا اور اُس طرح سے اُس کی موت واقع ہوگی۔ سکھ جیون موزوں طبیعت رکھتا تھا۔ جب اُس کی آنکھیں نکالی جا رہی تھیں تو اُس نے بہت گریہ و زاری کی اور پہلے سے موزوں

Scanned with OKEN Scanner

سُکھ جیون کی شعر دوستی اور ادب پروری کے بارے میں تاریخ حسن کے مؤلف نے لکھا ہے،

"سکھ جیون مل مردی خوش طبع و سخندان و شاعر و باذل بود۔
علما و فضلای اسلامیہ را قدر دانی و مہربانی بسیار کرد۔ روز جمعہ در
مسجد جامع می بود۔ بزیارت مقابر اولیا فایز میگشت بروز سہ شنبہ
باشعرا مشاعرہ میکرد و جشنہای عید و نوروز بکمال شوکت و شان ادا
میساخت از شعرای کشمیر ہفت کس انتخاب کردہ برای نظم کردن تاریخ
کشمیر ہر کس را حصۂ جداگانہ تفویض نمود ہمینکہ چند جزو نظم کردہ بودند
واقعہ ہائلہ او بظہور پیوست و شاہنامۂ کشمیر ناتمام ماند۔ مدت حکومت
او ہشت سال و چہار ماہ و ہشت روز است ... ..." لہ

توفیق نے ذاتی استعداد اور ذہن رسا کی بنا پر راجہ موصوف کے دربار میں رسائی
پائی۔ سخن فہم اور نکتہ دان راجہ نے اُس کے ہوش، ذکاوت اور فطری استعداد کا ادراک

(بقیہ فٹ نوٹ) ...کئے ہوئے یہ چند شعر اسی حالت میں پڑھتا تھا ؎

چشم از وضع جہان پوشیدہ بہ   سر بسر احوال آن نادیدہ بہ
ہر کہ چون من داشت جا بر فرق گل   عاقبت در خاک و خون غلطیدہ بہ
چند روزی خود تماشا کردہ ام   زین چمن گلہای عبرت چیدہ بہ
گر دہی شیرش دہد زہرت عوض   زین سیہ مار جہان ترسیدہ بہ
باز اگر چشم جہان بینم دہند   چون گدایان در بدر گردیدہ بہ

نابینائی کی حالت میں بہت نالہ و فریاد کیا اور یہ رباعی کہی ؎

ہر چند گفتم نفس دنی را!   باید نکردن ناکردنی را!
این نفس سرکش نشنید از من   تا دید آخر نادیدنی را!

ملاحظہ ہو تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۶۰ ؛ مخزن الغرائب کے مؤلف نے لکھا ہے
"راجہ مزبور طبع موزونی داشت" وقتیکہ او را دستگیر کردہ چشمش
از کاسہ بر آوردند این رباعی در آن حالت گفتہ ؎

افسوس کہ چرخ مستمندم بگرفت!   شہباز بُدم بیک کمندم بگرفت
صد خانہ بجور و ظلم ویران کردم!   یک آہ کدام دردمندم بگرفت

ملاحظہ ہو: مخزن الغرائب ج ۱ ص ۶۴۳ لہ تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۶۱؛

کرکے اُسے شاہنامہ کشمیر کو نظم میں لکھنے والے، متین[1]، سامی[2]، نوید[3]، راجح[4]، شائق[5]

---

[1] متین۔ محمد علی خان نام اور متین تخلص تھا۔ متین کا باپ عصام الدین خان، محمد شاہ پادشاہ کے زمانِ حکومت میں کشمیر میں نائب گورنر تھا۔ متین، مرزا عبدالغنی بیگ قبول کشمیری کا شاگرد تھا۔ بلند طبیعت رکھتا تھا اور کشمیر کے مشہور شاعروں میں شمار ہوتا تھا راجہ سکھ جیون نے متین کو شاہنامہ کشمیر لکھنے والے شاعروں کے گروہ میں شامل کیا اور یہ انتخاب خود اس بات کا ثبوت ہے کہ متین اپنے زمانے میں مقبول شاعر رہا ہے ۱۱۷۹ ہجری میں وفات پائی اور مزار گنج بخش رح سرینگر میں دفن ہوا۔ نمونۂ کلام ؎

وی بسوی غیر من ای بیوفا دیدن چہ بود — در حضور من ازو احوال پرسیدن چہ بود
دیدن و پرسیدن احوال ہم سہل است سہل — باز از فریاد او از راہ گردیدن چہ بود
بازگردیدن ز فریادش مسلّم داشتم — حرف پنہانی ازو در گوش پرسیدن چہ بود

[2] سامی۔ محمد جان بیگ نام اور سامی تخلص تھا۔ کشمیر کے نامور شاعروں میں سے تھا عبدالرشید بینوا سے شعر کی اصلاح لیا تھا اور شاعری میں نام پیدا کرنے کے بعد راجہ سکھ جیون مل کے دربار میں رسائی پائی۔ کہتے ہیں کہ ایک دن راجہ سکھ جیون نے اپنے درباری شاعروں سے خواجہ حافظ شیرازی رح کی اس غزل کا "ای فروغ ماہِ حسن از روی رخشانِ شما" جواب لکھنے کو کہا سبھی شعرا اپنی اپنی غزلیں دربار میں پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ سامی نے جو ابھی دربار میں رسائی نہیں پا چکا تھا باہر سے یہ شعر لکھ کر اندر دربار میں بھجوادیا ؎

"سامی از روی حیا بیرون در افتادہ است — بازگردد یا درآید چیست فرمانِ شما"

سکھ جیون نے سامی کو دربار میں طلب کرکے اُسے اپنے درباری شعرا میں شامل کر دیا۔ سامی نے سکھ جیون اور اُس کے مدار المہام کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں۔ دیوان شعر بھی یادگار رہا ہے اور اس شعر کو اپنے دیوان کا مطلع قرار دیا ہے ؎

خدایا بال و پرواز محبت دہ فغانم را — بکن عنقای قاف عشق قمری زبانم را

سکھ جیون کی موت (۱۱۷۵ ہجری) کے بعد دہلی گیا اور ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم خان کے دربار سے وابستہ ہوگیا۔ ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ نمونہ کلام ؎

سر مرو دنبال بر آن نرگس مکحول کشید — برحذر باش کہ این فتنہ دگر طول کشید
چہ روز است این کہ دیگر بر سرم آن سرو ناز آمد — قیامت شد مگر قایم کہ عمر رفتہ باز آمد

تاریخ حسن کے مولف نے شاہنامہ کشمیر سے متعلق سامی سے ڈھائی ہزار ابیات منسوب کئے ہیں ملاحظہ ہو تاریخ حسن ج ۴ ص ۴۰ ۔ ۴۴

اور حسن لہ نام کے چھ کہ شاعروں کی جماعت کا رئیس بنا دیا اور ہر بیت کے عوض ایک روپے

(بقیہ فٹ نوٹ) سہ نوید ــــ نوید کا نام رحمت اللہ بانڈے تھا اور نوید تخلص کرتا تھا۔ معروف شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں بڑی مہارت پائی تھی اور راجہ سکھ جیون کے دربار میں ممتاز درجہ پایا تھا۔ نوید کا دیوان شعر اور منظوم شاہنامہ کے ابیات، متانت و استواری میں معروف ہیں۔ سمہ راجح ــــ معروف شاعر تھا اور راجہ سکھ جیون کے دربار میں مقتدر شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ بدقسمتی سے راجح کے کلام اور حالاتِ زندگی سے متعلق ابھی تک تسلی بخش حد تک کوئی اطلاع نہیں۔

شہ شائق ــــ نام عبدالوہاب اور تخلص شائق اپنے زمانے میں نامور شاعر تھا۔ راجہ سکھ جیون مل نے اسے شاہنامہ کشمیر لکھنے والے سات شاعروں کے گروہ میں شامل کیا تاریخ حسن کے مولف نے لکھا ہے کہ راجہ موصوف کی فرمائش پر شائق نے حضرات سادات اور صوفیا اور سلطان العارفین حضرت مخدوم کشمیری رح کی مدح و ستائش میں تقریباً ساٹھ ہزار اشعار تین جلدوں میں لکھے ہیں لیکن ہم تک صرف چالیس ہزار شعر پہنچے ہیں جو ریاض الاسلام کے نام سے حکومت کشمیر کے ادارہ تحقیق و اشاعت میں موجود ہیں۔ شائق ایک قومی اور پختہ گو شاعر تھا اُس کے شعری خصائص میں بیان کی سادگی نمایاں ہے۔ نمونہ کلام ؎

داستان را اگر بزرِ اُلفت بناشد بہتر است　　　چون الف با زر شود پیوستہ نقش آزر است
اعتمادِ ہستی موہوم کردن ابلہیست　　　چون گذار و کس قدم بالائی ظلِ پل در آب
بحق ہر کہ سودا کند سود اوست　　　ندارد زیان جملہ بہبود اوست
لیسو دای دنیای دون دل مبند را　　　گرفتار این دام باشی تو چند را
تو بر سیم چو اسیم و زر می نہی　　　بیابی عوض وہ اگر یک دہی

لہ حسن نازک خیال شاعر تھا اور راجہ سکھ جیون کے دربار میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا حسن کا کلام دستیاب نہیں لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ شاہنامہ کشمیر کے ابیات اُس نے بھی لکھے ہیں

کہ خزانہ عامرہ کے مولف نے سات شاعروں کی بجائے (جیسا کہ معروف ہے) صرف پانچ شاعروں کے گروہ کے تشکیل پانے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ خزانہ عامرہ آزاد بلگرامی چھاپ نولکشور ص ۱۱۴ - ۱۱۵

انعام میں دینے کا وعدہ کیا۔ جب توفیق نے دو ہزار شعر مکمل کر لئے تو سکھ جیون مل، نورالدین خان کے ہاتھوں گرفتار ہوا (۱۱۷۵ھ) اور شاہنامہ کشمیر کی تکمیل نہ ہو سکی۔ توفیق کے دو ہزار ابیات جن میں پادشاہ کشمیر یوسف شاہ چک کے دورِ حکومت (۹۸۸-۹۹۴ھ) سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) تک کے حالات درج ہیں، موجود ہیں۔

توفیق کی کلیات کا ایک نسخہ جو غزلیات، قصائد، مناقب، رسالۂ سراپا، رسالۂ شیبی اور رسالۂ بحرِ طویل پر مشتمل ہے۔ حکومت کشمیر کے ادارہ تحقیق و اشاعت میں زیر شمارہ ۵۴۳ موجود ہے۔

توفیق کی شاعری کے بارے میں مختلف تذکروں میں جو اشارے ملتے ہیں اُن سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ توفیق کی نغز گوئی، قدرتِ بیان، شگفتگی ادا، رنگین مضامین اور تمرینع برتنے میں چابکدست تھا۔

صاحب مخزن الغرائب نے لکھا ہے:-

"توفیق شاعر خوش بیان است ــــ در مثنوی و قطعہ داد معنی میدہد..."[1]

شمع انجمن کے مؤلف کا کہنا ہے:-

"مولوی محمد توفیق کشمیری، در نظم طبعی داشت ... ..."[2]

تذکرہ حسینی میں لکھا ہے:-

"شاعر وثیق ملا توفیق، سخن سنج دلپذیر است"[3]

تذکرہ نتائج الافکار کے مؤلف کا کہنا ہے:-

"صاحب طبع بریق مولوی محمد توفیق کہ اصلش از کشمیر است با کمالات علمیہ در نظم پردازی ہم مناسبتی شایستہ داشت و فکر رسا ..."[4]

تاریخ حسن میں یوں آیا ہے:

"بقول ارباب کلام بعد ملا طاہر غنی ہیچکسی مثل او برنخاست۔ دیوانِ اشعارش بمضامین رنگین و سنگین خاطر نشین اصحاب یقین است و غیر ازین، رسالہ ہای بسیار مثل رسالۂ شیبی و سراپا و بحر طویل و قصاید و منقبت وغیرہ از تصنیفات او مفرح اہل روزگار۔

۱۔ مخزن الغرائب ج ۱ ص ۶۲۳ ؛ ۲۔ شمع انجمن ص ۹۹ ۳۔ تذکرہ حسینی ص ۷۹ ؛ ۴۔ نتائج الافکار ص ۱۳۱ ؛

تاریخ کشمیر قریب دو ہزار بیت۔ از عہد یوسف شاہ چک تا عہد عالمگیر بطلاقتِ لسان و فصاحتِ بیان، یادگار۔ در مجلس سوکمہ جیون سر دفتر شعرای مجلس بود ... "[1]

اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ توفیق نے فکر رسا پائی تھی اور نظم پردازی میں معنی آفرین شاعر تھا کلام میں شگفتگی پیدا کرنے اور لطیف مضامین پر تمنا کی خصوصیات کے پیش نظر توفیق نے اپنے استاد مشتاق کشمیری کی پیروی کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ ہے توفیق کے کلام کا نمونہ ؎

زلفت امروز در جور بہانگشودہ است　　مار از روز ازل دشمن آدم بودہ است

معنی سر شب آویز نمی فہمیدم !　　یافتم در خم زلفت چہ دل خورد دیدم

زو پنجہ را نگون و حنا را بہانہ ساخت　　انداخت جام و لغزش پا را بہانہ ساخت[2]

دل از کف داد و دام بلا کشید انہم کرا دادم　　کسی این نسخہ را از من گرفت و رفت از یادم

رسد صہبا بر آید ابر و گیتی لب بگشد گلگل　　بحال توبہ کاران آسمان گرید زمین خندد

لیکن مجموعی طور پر توفیق غزل میں خوب نہ چمکا کیونکہ معنی آفرینی (جو اکثر و بیشتر اسکی نمایاں شعری خصوصیت تسلیم کی جاتی ہے) پر وہ الفاظ بافی کو ترجیح دیتا تھا اگرچہ بقولِ خود ؎

خون دل خورد دلِ من در سخن از کس توفیق　　نیست پوشیدہ کہ پیداست ز رنگِ سخنم

لیکن اس کا ثمرہ چنداں لذت بخش نہیں۔ اکثر غزلوں میں فرسودہ مضامین، پرانی اصطلاحات اور مقامی رنگ کا بہت زیادہ غلبہ ہے اور اس کے نتیجے میں قوتِ تخیل میں مثالی زور و شور قائم نہیں رہا ہے اور اشعار میں پھیکا پن آگیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

سبزۂ باغ رخش سر کشید است ہنوز　　پای بیگانہ بگلگشت نرسید است ہنوز

توفیق پاس حق نمک کار آدم است　　ورنہ نمک دہند بہ ہر گاو و گوسفند

۱؎ تاریخ حسن ج ۴ ص ۵۴　۲؎ ممکن ہے محمد حسن قتیل (وفات ۱۲۳۳ھ یا ۱۲۴۲ ہجری) نے اسی غزل کے تتبع میں اپنی معروف غزل کہی ہو جس کا مطلع ہے ؎

مار الغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت　　خود سوی ما ندید و حیا را بہانہ ساخت!

Scanned with OKEN Scanner

در یاد دو زلف بت کشمیر نژادی! شد تارسر[1] و مارسر[2] از گریه دو چشم
نور باغ[3] عارضت بی نور شد از جوش خط خود صفاپور[4] رخت زالور[5] شد از جوش خط
زالپور[6] زلف را یک تار جمعیت نماند پانچھامون[7] لعلت چھپور[8] شد از جوش خط

لیکن کہیں کہیں قلبی واردات کی بھی جھلک پائی جاتی ہے ؎

تیرت از سینۂ من غمزده آید بیرون همچو آنکس که ز ماتمکده آید بیرون
زاندم که رفت مجنون کار جنون بتر شد سرگشته گشت سودا ، زنجیر دربدر شد
یوسف گذشت و مسند خوبی ترا گذاشت خوش آنکه رفت و به زخود ی را بجا گذاشت

خواجہ حافظ شیرازی اور صائب تبریزی کی پیروی میں بھی غزلیں لکھی ہیں ؎

من فدای غزل خواجه که گوید توفیق ، دوش رفتم بدر میکده خواب آلوده
برد دل توفیق از من مصرع صائب که گفت راه حرفی پیش طوطی همچو شکر داشتم

لیکن غزل کے مقابلے میں بلاشبہ توفیق مثنوی میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور رزمیہ مثنوی لکھنے کی بنیاد درحقیقت کشمیر میں توفیق نے ہی ڈالی۔ تاریخ کشمیر کے سلسلے میں شاہنامہ کشمیر نام کی دو ہزار ابیات پر مشتمل جو مثنوی توفیق نے لکھی ہے وہ کشمیر میں پہلی رزمیہ مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں توفیق نے ایران کے مایہ ناز رزمیہ مثنوی نگار فردوسی (۳۲۹ ہجری - ۴۱۱ ہجری) کا تتبع کرنے کی کوشش کی ہے اور حق تو یہ ہے کسی حد تک توفیق کو توفیق حاصل ہوا ہے۔ ذیل کے چند ابیات کا ملاحظہ کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ جنگ کو مجسم کر دینے میں مناسب کلمات خاص تراکیب کے اختراع اور منتخب الفاظ کے استعمال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے ؎

چو شد از دو سو لبسته صفهای کین هژبران گشادند برهم کمین!
تو گفتی ز شور و ز طوفان باد! دو دریای آتش بهم برفتاد
ز بس گشت توپ و تفنگ گرم کار هوا دود و گرد هوا شد شرار
قضا در نهیب و قدر در ستیز! اجل سست پا و اجل تند خیز!
ترنگ خدنگ و طراق تبر! زمین و زمان کرد پر شور و شر!

[1-2] کشمیر کے مشرق کی طرف واقع اونچے پہاڑوں کے درمیان دو معروف جھیلیں۔

[3 تا 8] کشمیر میں معروف دیہات کے نام۔

رزمیہ مثنوی کے علاوہ جہاں اخلاقی پہلو کو بیان کیا ہے وہاں سادگی اور تاثیر کی رعایت کی ہے ؎

شنیدم یوسف محنت رسیدہ! — مر او را حضیض دہر دیدہ
بقعر چاہ چون بر سنگ جا کرد! — ادا کرد این سخن نیکو ادا کرد!
نباشد لطف حق از بیکسان دور — زمین گر سخت باشد آسمان دور
کر تا ہر یک خانہ روشن کند .... — در صد قصر شیرین بہم بر زند
جہان چیست دریای ژرف و عمیق — علائق چو موج و خلائق غریق!
گر او را کنار سلامت بود — لب نان خشک قناعت بود!

توفیق نے اخلاقی اور اجتماعی موضوعات پر قطعات بھی لکھے ہیں اور ان میں بھی سادگی کے علاوہ تنوع اور لطافت بیان کو ملحوظ رکھا ہے ؎

بروز حشر الٰہا چو نامۂ عملم! — کنند باز کان روز باز خواہ منت
بکن مقابلہ آنرا بسر نوشت ازل — اگر زیاد و کمی ہست آن گناہ منست

دوش بسپرو بجداو کسی زنجیری — کہ بہم بر زن و ساز آئینہ ای با صد تاب
ساخت آئینہ و این نکتہ بپشتش بنوشت — وہ صد خانہ کند از پی یکخانہ خراب

لیکہ اہل حرفہ افتادند در فکر سخن — آتش سقا تخلص کرد و درزی سوزنی
راز این صاحبکمالی منحصر در دولت است — ہر کہ زر دارد بدور خود بود ملا غنی

توفیق بدیہہ گوئی میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ کہتے ہیں ایک دن راجہ سکھ جیون پالکی میں بیٹھ کر سری نگر شہر میں سے گذر رہا تھا۔ توفیق نے فی البدیہہ یہ رباعی کہی اور مناسب انعام پایا ؎

این پالکی طاق کہ مطبوع و نکوست — چشمی است کہ بالش بر فرازش ابروست
چترش پلک دیدہ و مژگان ژالرا — چون مردمک دیدہ مہاراجہ در اوست